الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان
ماہنامہ
اشرفیہ
مبارکپور
اکتوبر ۲۰۱۶ء
تعددِ جمعہ وعیدین کا شرعی حکم
جہاں مسلمانوں کی اتنی کثرت ہو کہ وہ سب بیک وقت مسجد میں سما ہی نہیں سکتے، اس مجبوری کے پیش نظر مسجد کے ارباب حل وعقد نے پہلے ہی سے حسب ضرورت دو یا چند امام جمعہ وعیدین مقرر کر رکھا ہے۔ انھیں مقرر کردہ اماموں نے متعدّد بار مسجد یا عید گاہ میں جمعہ وعیدین کو پڑھایا اس شرط کے ساتھ کہ دوسری یا تیسری جماعت کا پڑھانے والا امام پہلے کی جماعت میں شریک نہ ہوا ہو تو تعدد جمعہ وعیدین شرائط مذکورہ کے ساتھ "الضرورات تبیح المحظورات" اور دفعِ حرج کی وجہ سے جائز و درست ہے۔
از: مفتی عبد الحق رضوی
مبارک حسین مصباحی
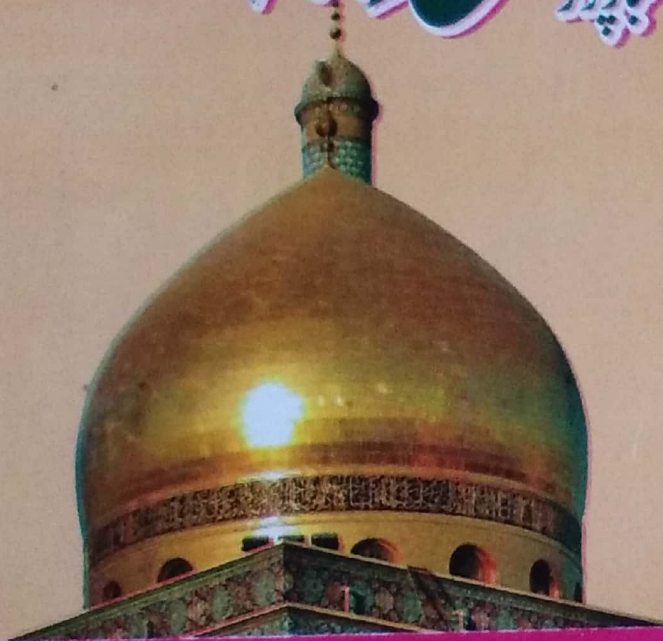
فقہی تحقیق

تعددِ جمعہ وعیدین کا شرعی حکم

مفتی عبدالحق رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ عروس البلاد ممبئی ہندوستان کا سب سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی بہت ہی کثیر اور گھنی ہے اور بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کی تعداد بھی بہت اچھی خاصی ہے لیکن مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے مسجدیں کم ہیں، پنج وقتہ نمازوں کی جماعت میں تو نہیں لیکن جمعہ وعیدین میں نمازیوں کی کثرت اور اژدہام کی وجہ سے ایک مرتبہ میں محلہ کے سارے لوگوں کا نماز جمعہ وعیدین ادا کر لینا بہت ساری مساجد میں ممکن نہیں ہے، جب تک کہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ جماعت جمعہ وعیدین نہ ہو اس وقت تک جمعہ وعیدین مسلمان ادا ہی نہیں کر سکتے ہیں، اسی ضرورت اور مجبوری کے پیش نظر تعدد جمعہ وعیدین مسجد واحد میں ادا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔ المستفتی: محمد منظور احمد مصباحی

استاذ ومفتی جامعہ قادریہ اشرفیہ، سوناپور ممبئی ۲۵/ جولائی ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جمعہ شعائر اسلام سے ہے اور جامع جماعات ہے اور بہت سی مسجدوں میں ہونے سے وہ شوکت اسلامی باقی نہیں رہتی جو اجتماع میں ہوتی ہے، جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے۔ اور بعض نے دو جگہ کی اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر فاصل ہونے کی شرط کی ہے، لیکن دفع حرج اور ضرورت کی وجہ سے مفتی بہ جواز تعدد ہے۔ تو خواہ مخواہ جماعت پراگندہ کرنا اور محلہ محلہ جمعہ قائم کرنا نہ چاہیے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود ومطلوب شرع یہی ہے کہ جمعہ شہر میں صرف ایک جگہ قائم ہو تاکہ مسلمانوں کا عظیم اجتماع ہو جس سے شوکت اسلامی کا خوب خوب اظہار ہو سکے۔ لیکن دفع حرج ومشقت اور ضرورت شدیدہ کے پیش نظر مفتی بہ جواز تعدد ہے اور جو چیز ضرورتاً ثابت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہوتی ہے لہٰذا ہمیشہ یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ ہمارے فقہائے کرام نے جہاں پر کسی دینی ضرورت کے پیش نظر کوئی حکم دیا ہے اس میں حد ضرورت سے تجاوز کرنا ہرگز درست نہ ہوگا۔ لما عرف من القاعدة المطردة الفقهية بل والعقلية إن ما كان بضرورة فقدر بقدرها.

اس تمہید کے بعد صورت مستفسرہ کے تعلق سے کلام شروع کر رہا ہوں۔ وما توفيقي إلا بالله العزيز الحكيم.

خادمان فقہ پر پوشیدہ نہیں ہے کہ جمعہ وعیدین کے لیے شرائط وجوب اور شرائط صحت یکساں ہیں۔

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

"تجب صلاتهما في الأصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة، فإنها سنة بعدها".

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

(قوله بشرائطها) متعلق بتجب الأول، والضمير للجمعة، وشمل شرائط الوجوب وشرائط الصحة".

(ج:۱، ص:۵۵۵)

جمعہ وعیدین کی امامت مثل نماز پنج گانہ نہیں کہ جسے چاہیے امام کر دیجیے بلکہ اس کے لیے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہت سلطان الاسلام ہو بلا واسطہ یا بالواسطہ۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"صحتِ جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اس کا ماموراقامت کرے یعنی سلطان خود یا اس کا ماذون خطبہ پڑھے، امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دار الاسلام ہے، وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت ہے، یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کرلیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۶۹۱)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

"ہاں جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو، وہاں بضرورت اقامت شعار اجتماع مسلمین کو قائم مقام اذنِ سلطان قرار دیا ہے، یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کر لیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہو جائے گا۔"

در مختار میں ہے:

"نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر، أما مع عدمهم فيجوز للضرورة."

(فتاوی رضویہ، ج:۳، ص: ۷۰۸)

ہمارے فاضل سائل نے تعدد جمعہ وعیدین کے تعلق سے جو سوال کیا ہے کہ مسلمانوں کی کثرت اور اژدہام کی وجہ سے ایک مرتبہ میں سارے مصلیان مسجد کا نماز جمعہ وعیدین ادا کر لینا ہر گز ممکن نہیں، تاوقتیکہ دو یا چند بار جماعت نہ کی جائے، کیوں کہ بعض مساجد میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ سارے نمازی ایک مرتبہ میں جمعہ وعیدین ادا کر سکیں۔

مذکورہ بالا صورت میں تعدد جمعہ وعیدین کی اجازت ہے۔ شریعت مطہرہ کا مشہور قاعدہ ہے "الضرورات تبيح المحظورات" لیکن ایک مسجد میں دو یا چند بار جمعہ وعیدین کی جماعت جائز و درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسجد کے ارباب حل وعقد و ٹرسٹیان پہلے ہی سے حسب ضرورت دو یا چند امام جمعہ وعیدین مقرر کر دیں، مقرر کردہ امام ہی نماز پڑھائے کوئی دوسرا نہ پڑھائے اور مقرر کردہ دونوں اماموں میں جب ایک امام نماز پڑھائے تو دوسرا امام پہلی جماعت میں شریک نہ ہو۔ اور دوسری جماعت جو بعد میں ہونے والی ہے وہ اس کی امامت کرے۔

فتاویٰ رضویہ سے ایک فتوی مع سوال وجواب ہدیہ ناظرین ہے:

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ سے دو امام نے دو جماعت سے نماز پڑھائی، ان میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی، اب دونوں جماعتوں کی نماز جائز ہوئی یا نہیں؟ الی آخرہ۔

الجواب: اگر دونوں امام ماذون باقامتِ نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عیدین میں خطبہ سنت ہے۔ فرض و شرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا البتہ موجب اساءت وکراہت ہے۔

فی الدر المختار: "تجب صلاتهما على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة، فإنها سنة بعدها". وفی رد المحتار: قال في البحر: حتى لو لم يخطب أصلا صح و أساء لترك السنة. فی التنویر: تودی بمصر بمواضع اتفاقا. واللہ تعالی اعلم (فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۸۰۳)

توجہ فرمائیں! سوال ہو رہا ہے کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ سے دو امام نے دو جماعت نماز عید پڑھائی، جواب میں مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں:

"اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں" البتہ دوسرے امام نے خطبۂ عید نہ پڑھا اور عیدین میں خطبہ سنت، اور ترک سنت موجب اساءت وکراہت ہے۔

خدام فقہ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب عیدین کی جماعت متعدد بار ایک ہی دن ایک ہی عید گاہ یا مسجد میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ دونوں امام عام مسلمانوں کی جانب سے اقامت نماز عیدین کے لیے مقرر کردہ ہوں تو جمعہ کا بھی یہی حکم ہوگا، کیوں کہ عیدین و جمعہ کب جائز اور درست ہوں گے اور کب جائز و درست نہ ہوں گے۔ دونوں کی شرطیں یکساں اور برابر ہیں جیسا کہ ماقبل میں اس کی صراحت گزر چکی ہے۔

بعض علمائے اہل سنت سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ اہل علم ایک ہی مسجد میں تعدد جمعہ وعیدین کے عدم جواز کا قول کرتے ہیں لہٰذا دفع خلجان کے لیے ہماری درج ذیل تحریر پوری توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ حق واضح ہوگا۔

شاید ان اہل علم کو فتاوی رضویہ کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے دھوکا ہوا ہے:

(۱) "تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں در کنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو خواہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ (یعنی جن چند آدمیوں کی نماز جمعہ چھوٹ گئی ہے) جمعہ نہیں پڑھ سکتے ہیں بلکہ اپنی ظہر تنہا تنہا پڑھیں"۔ (ج:۳، ص:۶۹۰)

(۲) "مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دو ویسی ہی سو، یہ بلا شبہ ابتداع فی الدین ہے۔" (ج:۳، ص:۶۹۱)

(۳) ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہر گز جائز نہیں۔ اس کے چند سطر بعد ہے: اور مسجد واحد کے لیے وقت واحد میں دو امام کی ہر گز ضرورت نہیں تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے، دوسرا ضرور اس کی لیاقت سے دور و مہجور۔ تو اس کے پیچھے نماز جمعہ باطل و محذور۔ البتہ اگر امام معین نے براہ شرارت، خواہ اپنی کسی حاجت کے سبب جلدی

کی اور وقت معہود سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی، عامہ جماعت مسلمین وقت پر حاضر ہوئی، تو اب ظاہراً مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو باتفاق عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں۔" (ج:۳،ص:۷۰۸)

مذکورہ بالا عبارتیں یا ان جیسی دیگر عبارتوں کا محمل یہ ہے کہ جہاں ایک امام جمعہ پہلے سے مقرر ہے اور وقت پر نماز جمعہ باجماعت ادا کی جاچکی ہے اور صرف چند لوگوں کی نماز جمعہ چھوٹ گئی ہے اور وہاں پر کوئی اور مسجد نہیں۔ جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو وہاں جاکر جمعہ کی نماز ادا کرنا ممکن ہو سکے اور باقی ماندہ لوگوں میں کوئی بھی مقرر کردہ امام نہیں ہے مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے تو ان باقی ماندہ لوگوں پر لازم ہے کہ تنہا تنہا ظہر کی نماز ادا کریں۔

اور اگر صورت حال یہ ہو کہ جہاں مسلمانوں کی اتنی کثرت ہے کہ وہ سب بیک وقت مسجد میں سما ہی نہیں سکتے اور اسی مجبوری اور ضرورت کے پیش نظر ٹرسٹیان مسجد نے پہلے ہی سے دو امام جمعہ وعیدین مقرر کر رکھا ہے تو بلا شبہہ جائز ہے۔

فتاوی رضویہ سے نقل کردہ تیسرا اقتباس بنظر غائر دیکھیں!

اعلی حضرت قدس سرہ کا ارشاد: اور مسجد واحد کے لیے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں، یعنی مذکورہ بالا کلام (یعنی ایک مسجد میں تکرار جمعہ ہرگز جائز نہیں) اس صورت پر ہے جہاں ضرورت نہ ہو اور اگر ضرورت متحقق ہے جیساکہ سوال میں مذکور ہے تو یقیناً تعدد جمعہ وعیدین جائز ہوگا۔ اور اعلی حضرت خود اسی تیسرے اقتباس کے آخر میں ضرورت کے پیش نظر تعدد جمعہ کو نہ صرف جائز بلکہ اسی مسجد میں جس میں ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہے دوبارہ عام مسلمانوں کو جو باقی رہ گئے ہیں ان کو اپنا امام مقرر کرکے نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ فللہ الحمد

ارشاد فرماتے ہیں:

مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ انھیں جائز ہو (یعنی جن لوگوں کی نماز جمعہ چھوٹ گئی ہے) کہ دوسرے شخص کو باتفاق عام مسلمین امام مقرر کر لیں اور نماز جمعہ پڑھیں"۔ فللہ الحمد حمدا کثیرا۔

اہل علم کی اس مقام پر خصوصی توجہ چاہوں گا کہ مسئلہ دائرہ میں جماعت مسلمین وقت پر جمعہ کے لیے حاضر ہوئی ہے یعنی جمعہ چھوٹنے میں ان کی کوتاہی کا دخل نہیں ہے۔ بلکہ امام کی شرارت یا اس کی ضرورت کی وجہ سے جمعہ چھوٹا ہے۔ ایسی صورت میں اعلی حضرت حکم دے رہے ہیں کہ باقی ماندہ لوگوں میں سے کسی کو اپنا امام جمعہ مقرر کرلیں اور نماز پڑھیں۔ یعنی مسئلہ دائرہ میں پہلے سے کوئی مقرر کردہ امام نہیں تھا کیوں کہ ضرورت کا تحقق تو جمعہ چھوٹنے کے بعد ہوا ہے اس لیے اسی وقت مسلمانوں کو اپنا امام مقرر کرکے جمعہ ادا کرنے کا حکم ہوگا۔ اور ممبئی وغیرہ شہروں میں پہلے سے ضرورت کا تحقق سب کو معلوم ہے کہ بعض مساجد میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ سارے لوگ بیک وقت جمعہ ادا کرسکیں اس لیے پہلے ہی سے چند امام حسب ضرورت مقرر کرلیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعدد جمعہ وعیدین کب جائز ہے اور کب ناجائز ہے، اس بحث کی تحقیق وتنقیح کو اوج ثریا پر پہنچادیا ہے جس میں نہ مخالف کو مجال دم زدن اور نہ موافق کے لیے اضافے کی گنجائش۔

زیر بحث مسئلہ کے لیے **اعلی حضرت کا فیصلہ کن فتویٰ** نقل کررہا ہوں۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انھیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی۔

اور قہستانی میں ہے:

إذا صلى الامام صلوته مع بعض القوم لایقضی من فاتت تلك الصلوة عنه لافی الیوم الاول ولامن الغد، انتهى بينوا توجروا.

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب

صورت مستفسرہ میں جماعت باقی ماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً مسموع۔

فی الدر المختار: و تؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط، انتهى.

اور صلوٰۃ عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور راجح جواز۔

فی الدر المختار تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا .اھ

تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، کلام قہستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامہ اہل

بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا، ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل۔

"قال من فاتته صلوٰة العيد مع الامام لم يقضها لان الصلوٰة بهذه الصفة لم تعرف قربة الا بشرائط لا تتم بالمنفرد .اه

اس کے چند سطر بعد ہے:

یا تو یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں، اقامت کون کرے، فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف ناظر:

"اذ قال من فاتته الصلوٰة فلم يدركها مع الامام لا يقضيها لانها لم تعرف قربة الابشرائط لاتتم بدون الامام اى السلطان اومامور ه.

اس لیے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

أى وقد صلاها الامام اومامور ه فان كان مامورا باقامتها له ان يقيمها .اه

أقول: وقد يشير اليه تعريف الامام فى عبارة النقاية المذكورة وغيرها كما لا يخفى على العارف باساليب الكلام.

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقی ماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض خطا۔

اقول: بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا ما نحن فیہ میں جواز پر دال، کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اس روز بھی نہ پانے والے کو منع کرتے ہیں

"حيث قال لافى اليوم الاول ولا من الغد"

اور اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح نقایہ کے یہ معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اُس کے مذہب پر جو تعددِ جمعہ روا نہیں رکھتا، مانند نماز جمعہ ہو جاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہوگئی باقی سب کی ناجائز۔

"كما فى الدر المختار على المرجوح فى الجمعة لمن سبق تحريمته"

تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے اور قاطع شغب یہ ہے کہ در مختار میں در صورت فوات مع الامام تصریح کی:

لو امكنه الذهاب الى الامام الاخر فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقا .

حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

لوقدر بعد الفوات مع الامام على ادراكها مع غيره فعل للاتفاق على جواز تعددها .اه

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حال عذر میں روز اول و دوم یکساں، آج پڑھے تو کل کون مانع، مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین و جمعہ کے لئے مقرر ہوا سے بھی فوت ہوئی ہو کہ امامت کے لئے امام معین مل سکے اور اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

(فتاوی رضویہ، ج:۳،ص:۸۰۴-۸۰۵)

اللہ عزوجل سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو اسلام اور مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ میں اپنی اس تحریر میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا، آقائے نعمت، سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنے فتویٰ مبارکہ کے اخیر کی چند سطروں میں وہ سب کچھ کہہ دیا۔ یعنی وہ مسلمان جو جمعہ و عیدین کی پہلی جماعت میں شریک نہیں ہو سکے ہیں اور ان باقی ماندہ لوگوں میں کوئی مقرر کردہ امام جمعہ و عیدین بھی ہے تو دوسری جماعت کی امامت وہی مقررہ امام جمعہ و عیدین کرے گا، اور گر مقرر کردہ سارے امام نماز پڑھ چکے ہیں تو ایسی صورت میں باقی ماندہ لوگ، اگر جمعہ ہے تو تنہا تنہا اپنی ظہر پڑھیں گے اور اگر عیدین ہے، اس کی قضا نہیں لہٰذا ترک واجب کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار کریں گے۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ چار رکعت چاشت کی نماز پڑھیں۔

جیسا کہ در مختار میں ہے: ولا يصليها وحده إن فاتت مع الإمام ولو بالإفساد اتفاقا فى الأصح ولو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر لأنها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقا فإن عجز صلى أربعا كالضحى.

اس کے تحت علامہ شامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

كالضحى أى استحبابا كما فى القهستانى.

(جلد اول، ص:۵۶۱)

هذا ما ظهر لى والعلم بالحق عند ربى عز وجل.

ایک اشکال اور اس کا حل

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کے فتاوی فیض الرسول میں دو فتوے ہیں اور ان میں بظاہر تعارض ہے اس لیے پہلے مع سوال وجواب دونوں فتاویٰ کو نقل کر رہا ہوں تاکہ قارئین کرام کی مسئلہ کی حقیقت تک رسائی ممکن اور آسان ہو سکے:

مسئلہ ۱ - ایک عید گاہ میں ایک ہی دن عید کی نماز دو اماموں نے دو خطبہ کے ساتھ جماعت سے پڑھائی یعنی عید کی نماز ایک ہی عید گاہ میں دوبار ہوئی۔ تو دونوں نمازیں جائز ہوئیں یا ایک ہی؟ اگر ایک ہی جائز ہوئی تو کون سی؟

الجواب: اگر دونوں اماموں کو عید کی نماز قائم کرنے کا اختیار تھا تو دونوں نمازیں جائز ہو گئیں۔ هكذا قال الإمام أحمد رضا البريلوي فى الجزء الثالث من الفتاوى الرضوية على صفحة ۸۰۳. وهو تعالى أعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

(فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۴۳۰)

مسئلہ ۲ - (۱) اگر کسی مسجد میں امام اول کی غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کے لیے بحیثیت نائب امام ثانی مقرر ہو، (۲) امام اول میں جب کہ کوئی شرعی خرابی نہ ہو، تو اس کے نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد امام ثانی کا اپنے چند ہمنواؤں کے ساتھ اسی مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: نماز جمعہ ہو جانے کے بعد پھر اسی مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ قائم کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۷۰۸)

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی.. (فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۲۷۸)

أقول وهو المستعان: پہلا فتویٰ وہی ہے جس کو اپنے مدعیٰ کے اثبات میں نقل کر چکا ہوں یعنی ایک ہی عید گاہ اور ایک ہی دن میں دو مرتبہ نماز عید ہوئی، تو دونوں جماعتیں درست ہوئیں یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں فقیہ ملت رقم طراز ہیں:

اگر دونوں اماموں کو عید کی نماز قائم کرنے کا اختیار تھا تو دونوں نمازیں جائز ہو گئیں، اس سے ثابت ہو گیا کہ عیدین کی متعدّد جماعتیں درست ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ دونوں امام اقامت عیدین کے لیے مقرر کردہ ہوں، تو تعدد عیدین عید گاہ یا مسجد میں اسی وقت درست ہوگی جب یہ شرط پائی جائے ورنہ نہیں۔ اور جس کو اللہ عزوجل نے کچھ بھی فہم وفراست عطا فرمایا ہے وہ اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ جب عیدین کے جواز وصحت کے لیے وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں تو تعدد جمعہ فی المسجد الواحد شرط ضروری کے پائے جانے کے باوجود، کیوں کر نہیں درست ہوگا؟

دوسرا فتوی: اس کا ماحصل یہ ہے کہ سائل یہ پوچھ رہا ہے کہ ایک شخص نائب امام ہے جس کا تقرر ہی اس مقصد کے لیے ہوا ہے کہ جب اصل امام موجود نہ رہے تو اس کی نیابت میں امامت کرے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نائب امام، امام مطلق نہیں جو اقامت جمعہ وعیدین میں مستقل ہو تو صورت مذکورہ میں نائب امام کو اقامت عیدین وجمعہ میں مستقل اختیار حاصل نہ ہوا بلکہ نائب کو صرف اصل کی غیر موجودگی میں اقامت جمعہ وعیدین کا اختیار ہے اور جب اصل امام موجود ہے اور اس نے جمعہ کی نماز پڑھادی تو پھر نائب کو دوبارہ جمعہ قائم کرنے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟

جو ذرا بھی عقل رکھتا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ نائب کی امامت مشروط تھی، اصل امام کی عدم موجودگی کے ساتھ، اور جب اصل امام موجود ہے اور اس نے نماز جمعہ پڑھادی تو اس وقت نائب امام، امام ہی نہیں۔ ”إذا فات الشرط فات المشروط“ تو یہ ایسے ہی ہے کہ کسی مسجد میں امام مقرر نے جمعہ کی نماز پڑھادی، اور اس کے بعد چند افراد مسجد میں آئے اور ان میں کوئی بھی مقرر کردہ امام نہیں ہے، اور ان میں سے کسی نے از خود نماز پڑھادی تو بلا شبہ یہ نماز جمعہ باطل ہوگی۔ اسی وجہ سے فقیہ ملت علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں:

”نماز جمعہ ہو جانے کے بعد پھر اسی مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ قائم کرنا ہرگز جائز نہیں“۔ لہٰذا دونوں فتووں میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ پہلا فتوی جس میں تعدد عیدین کا جواز ہے وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ دونوں امام اقامت عیدین کے لیے مستقلا ماذون ومختار ہیں۔ اس لیے دونوں جماعتیں جو ہوئیں وہ دونوں درست ہیں۔

اور دوسرے فتوے میں فقیہ ملت کا ارشاد ”نماز جمعہ ہو جانے کے بعد پھر اسی مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ قائم کرنا ہرگز جائز نہیں“۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ دائرہ میں دونوں امام اقامت جمعہ وعیدین کے لیے ماذون ومختار نہیں ہیں بلکہ ماذون ومختار تو صرف پہلا امام ہے اور دوسرے امام کا تقرر تو صرف اس مقصد کے لیے ہوا ہے کہ اصل امام کی عدم موجودگی میں نماز پڑھادیا کرے۔

اور جب اصل امام نے جمعہ کی نماز پڑھادی تو پھر نائب امام کو

دوبارہ جمعہ قائم کرنے کا ہرگز ہرگز کوئی اختیار نہ رہا، لہٰذا اس نے دوبارہ جو جمعہ پڑھایا، ضرور بالضرور ناجائز و باطل ہوگا۔

اہل علم بخوبی سمجھ رہے ہیں کہ عدم جواز کی وجہ امام ثانی کا ماذون و مختار نہ ہونا ہے اور جواز تعدد دونوں اماموں کے ماذون و مختار ہونے کی صورت میں ہے۔ لہٰذا فقیہ ملت کے فتاوی میں نہ کوئی تعارض ہے اور نہ ہی کوئی اشکال۔ فللّٰہ الحمد

حضرت فقیہ ملت کے فتویٰ کی بنیاد پر ممبئی یا اس جیسے دیگر شہروں میں تعدد جمعہ و عیدین کے عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، کیوں کہ حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ نماز جمعہ ہو جانے کے بعد پھر اسی مسجد میں دوبارہ جمعہ قائم کرنے کو اس صورت میں ناجائز قرار دے رہے ہیں جب کہ امام ثانی کو نماز جمعہ پڑھانے کے لیے جماعت مسلمین نے مقرر نہ کیا ہو اور وہ محض شرارت نفس اور مقرر کردہ امام کی دشمنی کی وجہ سے نماز جمعہ ہو جانے کے بعد دوبارہ اسی مسجد میں جمعہ قائم کرے اس کو حضرت فقیہ ملت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ اور ممبئی وغیرہ میں جہاں مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں سارے مصلیان کی گنجائش نہ ہو، اس لیے دوبار یا سہ بار جمعہ پڑھنے پر لوگ مجبور ہیں۔

اسی ضرورت کے پیش نظر پہلے ہی سے ذمہ داران مسجد نے حسب ضرورت متعدّد اماموں کو مقرر کر دیا ہے اور وہی مقرر کردہ امام جمعہ و عیدین پڑھاتے ہیں۔ یہ بلا شبہہ جائز ہے اور حضرت فقیہ ملت کے فتوی کا کوئی تعلق ممبئی وغیرہ کے تعدد جمعہ و عیدین سے نہیں ہے۔ اللہ عزوجل صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکورہ بالا بحثوں سے ثابت ہو گیا کہ اگر صورت حال یہ ہے کہ جہاں مسلمانوں کی اتنی کثرت ہو کہ وہ سب بیک وقت مسجد میں سما ہی نہیں سکتے، اس مجبوری کے پیش نظر مسجد کے ارباب حل و عقد نے پہلے ہی سے حسب ضرورت دو یا چند امام جمعہ و عیدین مقرر کر رکھا ہے۔ انھیں مقرر کردہ اماموں نے متعدّد بار مسجد یا عید گاہ میں جمعہ و عیدین کو پڑھایا اس شرط کے ساتھ کہ دوسری یا تیسری جماعت کا پڑھانے والا امام پہلے کی جماعت میں شریک نہ ہوا ہو تو تعدد جمعہ و عیدین شرائط مذکورہ کے ساتھ "الضرورات تبیح المحظورات" اور دفعِ حرج کی وجہ سے جائز و درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب وإلیه المرجع والمآب، وما توفیقی إلا باللہ وهو العزیز الحکیم۔

****